پاکستانی معاشرے میں زوجین اور مشترکہ خاندانی نظام کے مسائل اور ان کا حل

(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ)

Issues of Husband, Wife and combine family system in Pakistani society

(An analytical study in the light of Islamic teachings)

مدثر شفیق [i]　　ڈاکٹر محمد عابد ندیم [ii]

Abstract:

The title and topic of discussion of Islamic teaching is human being that is also the center of hustle and bustle of the whole universe. The beginning of family life wholly solely depended on the matters of co-human relations. Islamic shariah delves all such human relations contact into a sacred bond of wedlock (Nikah) in which a man and a woman become the part of universe in form of a collective result of a family. Husband and wife are most important pillars of life the affection and companionship is not only a source of satisfaction for them rather proves a place of refuge for the generations to come. The continuation of life from beginning to end is on the mercy of family system and life. In the present era family system is facing many challenges which are hollowing the foundations of this system. Whereas husband and wife are quite busy in dual dealing with each other in one way, on the other way many distractions are being on the increase within the combine family system which is infested with the eastern traditions. In this article, the solution of the challenges or issues created due to combine family system and misconceptions between husband and wife is given. So acting upon it the foundation of family building be built with melted stone forever.

Key words: *Importance of Family System, Issues of wife and husbands and their solution, Issues of Combine Family system and its solution.*

تمہید:

اسلام کی نظر میں جہاں مرد و عورت کی تخلیق کا مقصد معاشرتی زندگی کی خوبصورتی کو ابھارنا ہے وہی انسان کی خاندانی زندگی کو مضبوط اور مستحکم بنانا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے کیونکہ دیگر نظام ہائے زندگی کا دارومدار خاندانی زندگی کے استحکام سے وابستہ ہے خاندان معاشرتی زندگی کی وہ پہلی اینٹ ہے جس سے سارا معاشرہ تعمیر کی قوت حاصل کرتا ہے۔ خاندان میں مرد و عورت اور بچے شامل ہیں ان تمام لوگوں کا آپس کا تعلق جتنا مضبوط ہو گا خاندان کا ادارہ اتنا مضبوطی سے آگے بڑھے گا اور تعلق کی مضبوطی نہ صرف خاندان بلکہ پورے معاشرے کے اطمینان اور سکون کا باعث بنتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے خاندانی نظام پر بہت زور دیا ہے۔

تعارف خاندان:

خاندان فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی گوت، گھرانا، پردار، نسل، کٹم، قبیلہ۔([1]) نسل، قبیلہ، گھرانہ، کنبہ کے ہیں۔([2]) عربی لغت میں خاندان کے لیے "عائلہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔([3]) مثلاً عربی زبان میں سربراہ خاندان کیلیے "عیال الرجل" کی اصطلاح مستعمل ہے۔

وعیال الرجل وعلیه :الذین یتکفل بهم وقد یکون الحیل واحداً والجمع عالة-([4])

یعنی وہ شخص جو اپنے کنبے کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے وہ عیال الرجل کی تعریف کے ضمن میں آتا ہے اور جو شخص کثیر العیال ہو عربی میں اس کیلیے عیل، اعیلا اور اعال کے افعال استعمال ہوتے ہیں

---

[i]۔ وزٹنگ لیکچرر، نمل یونیورسٹی، ملتان کیمپیس/پی ایچ ڈی سکالر عرابیک اینڈ اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

[ii]۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر، عرابیک اینڈ اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

:ای:فانھم و کفلھم وانفق علیھم -(5)

عام الفاظ میں اس سے مراد بیوی اور گھر کے دوسرے افراد ہیں چنانچہ عائلی زندگی سے مراد گھر کے ان تمام افراد کی زندگی ہے جو ماں باپ اور بچوں پر مشتمل ہو۔

اصطلاحی تعریف:

خاندان ایک اجتماعی گروہ کا نام ہے جس کا مقصد لوگوں کی روح اور ذہنی صلاحیت کو برقرار رکھنا ہے۔(6)یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر نامکمل ہے یہی وجہ کہ مرد کامل ہوتے ہوئے بھی عورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور اسی طرح عورت بھی اپنے لباس میں رہتے ہوئے مرد کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتی۔لہذا اس کارخانہ حیات کے تسلسل اور انسان کی تمدنی سرگرمیوں کی بقا کے لیے خاندان کا وجود ضروری ہے۔

محمد قطب اس بارے لکھتے ہیں۔

"جذباتی ٹھہراؤ بھی مردوزن کی ایسی نفسیاتی ضرورت ہے جس کی تلافی جسمانی راحتوں اور اقتصادی آزادی سے نہیں ہو سکتی۔اس ٹھہراؤ اور سکون کے لیے یقیناً گھر اور سکون کی ضرورت ہے۔ نفس انسانی کے لیے اس گہرے اور عمیق فطری جزبے کے جواب میں انسان کے اندر خاندان بنانے کا جزبہ پیدا ہوتا ہے اور جس جزبے کے ساتھ مردوزن باہم مل جل کر محبت والفت اور سکون اطمینان کے ساتھ رہتے ہیں اور اسی طرح رہنے سہنے میں انہیں وہ خوشی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے جو عائلی زندگی کے علاوہ کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق درحقیقت انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہے"(7)

مولانا صدرالدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ انسانی تمدن کی بنیاد ایک مرد اور ایک عورت کی باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے۔انہی دو انسانوں سے مل کر بننے والا چھوٹا سا کنبہ انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے پہلی کڑی ہے۔اس کنبہ اور انسان کی عائلی زندگی کے لیے جو ضابطے استعمال ہوتے ہیں انہیں عائلی نظام کہتے ہیں۔(8)اور لڈ بک انسائیکلوپیڈیا کے مطابق خاندان ایک قدیم ترین انسانی ادارہ ہے اور بہت سی وجوہات کی بناء پر اس کو اہمیت حاصل ہے۔بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ خاندان ماں، باپ اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن حقیقت میں لفظ فیملی(Family)کے صرف یہی معنی نہیں ہیں اور نہ ہی ایسا قدیم وقتوں میں تھا بلکہ آج کل بھی کئی ممالک میں والدین اور بچوں کے علاوہ خاندان دیگر اقارب پر بھی مشتمل ہوتا ہے ۔(9) جس طرح بھوک اور پیاس احساس کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح جنسی توجہ بھی انسانی خواہش کا ایک اہم پہلو ہے جس طرح بھوک اور پیاس مٹانے کا انتظام اور بندوبست کرنا ضروریات زندگی میں سے ہے اسی طرح جنسی خواہش کو پورا کرنے کی غرض کے لیے جائز اور آسان طریقوں کو عمل میں لانا ضروری ہے۔جیسا کہ انسان کے سفر کا آغاز بھی عورت و مرد کے اتحاد سے ممکن ہوا، جس سے نسل پھیلی اور علم و فن، صنعت و حرفت اور تہذیب و تمدن میں بھی ارتقاء ہوا۔

Prof zafar nasir خاندان کی اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جسٹس تنزیل الرحمن کی عبارت لکھتے ہیں کہ معاشرے میں ایک بنیادی ادارہ عائلی زندگی کا ہے جس کے بغیر کوئی صالح معاشرہ زندہ نہیں رہ سکتا اور تہذیب و تمدن جس کی وجہ سے تہذیب و تمدن بربریت میں بدل جاتے ہیں چاہے وہ قبل از تاریخ وحشیوں کی بربریت ہو یا مادی طور پر ترقی یافتہ قوموں کی بربریت۔

The family is the most ancient of human institution .It is older than government ,older than property ,older even than man. It is bond up all our strongest instincts. A genuinely united family is one of the greatest possible sources of happiness .Thus, it plays a vital role in the social regeneration and reconstruction of a nation .The family is the most primary group in society.(10)

خاندان کی ضرورت واہمیت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اجتماعیت پسند طبیعت کا حامل ہے اور یہ اس کی فطرت کا حصہ ہے کہ سماج میں رہنا پسند کرتا ہے اور اس کی ضروریات کا تقاضا ہے کہ دوسروں کے ساتھ مل کر رہے کیونکہ تنہا وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ دوسرے افراد کے ساتھ مل کر انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ خاندان اس اجتماعی زندگی کا اولین اساسی ادارہ ہے۔ یہیں سے اجتماعیت کا آغاز ہوتا ہے جو بڑھتا ہوا معاشرے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ خاندان مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ اوسط اور چھوٹے درجے کے خاندان بھی رہے ہیں اور اسی طرح بڑے خاندان بھی پائے جاتے ہیں

محبت و قربت خاندان کے استحکام کی ضمانت:

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ خاندان کی ابتداء شوہر اور بیوی کے تعلقات پر استوار ہوتی ہے تو دراصل خاوند اور بیوی کے درمیاں محبت، قربت اور پسند کا پہلو پایا جانا نہ صرف فطری عمل ہے بلکہ خاندان کے استحکام کے لیے بے حد ضروری عناصر میں سے ہے۔ انسان کے ضمیر میں سب سے زیادہ جو چیز ناگزیر ہے وہ مہر و محبت ہے اس کے بغیر روحانی نشو نما نا ممکن ہے۔ حمودہ عبد العاطی جدید تحقیقات کے حوالے سے مرد و عورت کے تعلقات کی نفسیاتی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"Nevertheless, modern clinical research and evidence clearly indicate that excessive sexual deprivation produces personality maladjustments that under satisfactory relationship and endanger the mental health and efficiency of society. Sex then , is crucial to a social survival and personality development."(11)

لیلیٰ احمد، سارہ یوم رائے احمد کی تحقیق بارے لکھتی ہیں

مصریوں کے نزدیک شادیوں کا مقصد صاف طور پر گھرانے کے پدری سربراہی کے لیے وارث پیدا کرنا نہیں بلکہ مشترک زندگی اور اس سے ملنے والی مسرتیں اور آسائشیں تھیں۔(12)انسان ہر دور میں ان نفسیاتی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس باہمی تعلق کی وضاحت عمدہ انداز میں کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام تہذیبوں میں عورت و مرد کے تعلق کو شادی کا اولین ستون سمجھا جاتا ہے اور ایسے کئی فوائد حاصل کیے جاتے ہیں۔ یہ ایسا تعلق ہے جس کی کئی وجوہات سے اہمیت اور ضرورت ہے۔ تمام قوانین میں خاندان میں اس تعلق کی مضبوطی اور تسلسل پر زور دیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ اس تعلق کو اس طرح استوار کیا جائے کہ اس کے حقیقی مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔ کوئی ایسی کمی نہ ہو جس کی بدولت اس تعلق میں تلخی پیدا ہو سکے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک زوجین میں محبت نہ ہو۔(13)

روحانی سکون کے حصول کا ذریعہ:

اس کے علاوہ روحانی سکون میاں بیوی اور بچوں کی پر سکون رفاقت میں پوشیدہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خاندانی زندگی روحانی سکون واطمینان کا باعث ہے۔ یہ زندگی کو منزل عطا کرتا ہے۔ انسان کا تعلق چاہے مغرب سے ہو یا مشرق سے، لیکن گھر کے معاملات کے ساتھ جڑے ہوئے تمام رشتے اچھے لگتے ہیں اور ان کے چھن جانے کا خوف کہیں نہ کہیں ہمارے دلوں میں سہار ہتا ہے کیونکہ اگر یہی تعلقات کمزور ہو جائیں تو سماجی و معاشرتی رشتوں میں عدم توازن اور بے اعتدالی کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ جلال الدین عمری کے مطابق خاندان ریاست کی بنیاد، ابتدائی منزل اور اساس ہے کیونکہ ایک خاص نہج پر اسی ریاست کی تنظیم و تشکیل سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں معاشرے کا ابتدائی

مواد خاندان ہی فراہم کرتا ہے اور یہی وہ اساس اور مواد ہے جس پر معاشرے کی عمارت قائم ہوتی ہے اور عمارت کی پائیداری اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ بنیاد بھی مضبوط ہونی چاہیے۔ انسان نے ہر زمانہ میں اجتماعی زندگی گزارنے کی کوشش کی ہے۔ دور قدیم کے انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کا آغاز خاندان ہی سے کیا تھا۔ اسی طرح خاندان اجتماعیت کا پہلا زینہ ہے۔ انسانیت کے عہد طفل میں خاندان کو تقریباً وہی اہمیت حاصل تھی جو آج ریاست کو حاصل ہے۔(14)

The world book encyclopedia کے مطابق۔

"The family is the oldest of human institution. People lived together because the protection was the most important thing for primitive man. People was safer if they lived together group."(15)

منظم افراد معاشرہ کی درسگاہ:

خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جہاں افراد تیار ہوتے ہیں۔ گھر ہی وہ مرکز ہے جو افراد کی تعمیر و تشکیل اور تربیت کا کام بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کرتا ہے۔ خاندانی زندگی کے پر سکون گھونسلے میں پل کر ہی بچے اس قابل ہوتے ہیں کہ دنیا کے حالات کا درست ادراک اور ارضی و سماوی پوشیدہ اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کر سکیں۔ جس طرح تازہ ہوا زندگی کو تازگی اور توانائی مہیا کرتی ہے اسی طرح خاندان اپنے بچوں میں وہ خوبیاں اور صلاحیتیں پیدا کر دیتا ہے جن کی بدولت بچے نئی نئی کہکشائیں دریافت کر سکتے ہیں۔ شبیر حسین لکھتے ہیں کہ یاد رکھیے کہ متوازن کردار گھر کی چار دیواری کی زینت ہے بشرطیکہ گھر میں سکون ہو اور سکون افراد کے پیار سے حاصل ہوتا ہے۔ مغربی ممالک کے گھرانوں نے کھلی چھٹی دے کر (نئی نسل) پر جنسی جنون طاری کر دیا ہے اس کے نتیجے میں اولاد نے جنسی لذت پرستی کو مطمع نظر بنالیا ہے۔ ان میں حیوانی جذبہ تو ہوتا ہے مگر انسانی جذبات نہیں ہوتے۔(16) مولانا مودودی بچوں کی تربیت کے لیے خاندانی زندگی کی ضرورت پر زور ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ملک کیسے ترقی کر سکتا ہے جس میں بچوں کو روز اول سے ماں اور باپ کی محبت نصیب نہ ہو۔ پیدا ہوتے ہی پالنے والیوں کے حوالے کر دیئے جائیں اور باپ بھی نوکری پر اور ماں بھی۔ بچوں کو ابتداء ہی سے محبت کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا اور جن بچوں کو ماں باپ کی محبت بچپن سے نہیں ملتی وہ حقیقت میں انسان بن کر نہیں اٹھتے۔ آج دنیا میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اور کم سنی کے جرائم نے معاشرے کے لیے ایک پریشان کن مسئلہ پیدا کر دیا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اب دنیا کی بھاگ دوڑ ان نسلوں کے ہاتھ آرہی ہے جنہوں نے ماں باپ کی محبت نہیں دیکھی۔(17)

خاندان میں ازدواجی مسائل اور ان کا اسلامی حل:

اسلام خاندانی زندگی کے لیے دو ایسے افراد کے آپس میں نکاح کرنے کے عمل کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھتا ہے جن میں قدر برابری کا پہلو پایا جاتا ہو تاکہ نکاح کے اس پاکیزہ بندھن کے برقرار رہنے کے امکانات زیادہ بڑھ جائیں۔ معاہدہ نکاح کے بعد فریقین کے حقوق متعین ہوتے ہیں لیکن اگر بتقاضائے بشریت فریقین میں کسی ایک کی طرف سے فرائض یا ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کمی بیشی ہو یا کوئی ایک کوتاہی کا مرتکب ہو تو دوسرے کو صبر و تحمل اور عفو درگزر جیسی صفات اور وسعت کا اظہار کرتے ہوئے غلطی کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ ایسا کرنے سے انسان اللہ تعالی کے ہاں اجر کا مستحق پاتا ہے۔ لیکن اگر فریقین میں سے کوئی بھی ان فرائض کو یکسر نظر انداز کرتا رہے تو خاندان میں خوشنودی درکنار اس رشتہ کو قائم رکھنا بھی انتہائی دشوار عمل ہو گا۔ اور اس طرح کے مسائل ہمارے پاکستانی معاشرے میں روز کی بنیاد پر نہ صرف پیدا ہوتے ہیں بلکہ خاندان کے افراد ان کا شکار بھی ہوتے ہیں۔ یہاں زوجین کے ان مسائل کو بیان کرنے کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل بھی پیش کیا گیا ہے جن پر عمل پیرا ہو کو نہ صرف موجودہ معاشرہ میں زوجین کے مسائل کو حتی الامکان کم کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ خاندانکے ادارے کو مستحکم بنانے میں مدد مل سکتی ہے

ا۔ مرد کا قوام ہونا، حدود اور تقاضے:

بحیثیت انسان مرد و عورت میں اسلام کوئی فرق روا نہیں رکھتا دونوں کی جان محترم ہے، مال دونوں کا محفوظ ہے، عبادت اور ان کے تقاضوں میں دونوں برابر ہیں۔ ان سے حصول نفع یعنی نیکیوں کے اجر اور نیتوں کے اجر میں دونوں برابر ہیں، دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔ دونوں اپنی اپنی جگہ اپنی ذمہ داریوں کے جواب دہ ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ

أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ-(18)

میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا، مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو

درحقیقت گھریلوں زندگی کے امن و سکون کو برقرار رکھنے کے لیے اختیارات کے ٹکراؤ، لڑائی اور فساد سے بچنے کیلیے مرد کو عورت پر اختیارات میں بدرجہ بلند رکھا گیا ہے۔ خاندانی زندگی میں مرد و عورت ایک جوڑا ہے ایک کے بغیر دوسرا ادھورا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی ذات کو مکمل کرتے ہیں اس فوقیت کا مقصد خاندانی نظام کو پائیدار اور مضبوط کرنا ہے۔ یہ فوقیت اس طرح ہے جیسے کہ ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ ہے یعنی جتنا بھی طاقت ور ہو جائے لیکن دوسرے ہاتھ کے بغیر تالی کی طاقت نہیں رکھتا۔ دراصل شریعت مرد سے کچھ ذمہ داریوں کا تقاضا کرتی ہے جن کی عدم موجودگی میں قوامیت کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ مرد کی صلاحیتوں کی بناء پر خاندانی زندگی میں اس کو قوام بنایا گیا ہے۔ اس قوامیت کے اسباب یہ ہیں کہ مرد میں قوامیت کے عناصر کیساتھ ساتھ اخراجات کے مکلف ہونے کی قابلیت بدرجہ اتم موجود ہے وہی اس تاسیس کو منہدم ہونے سے محفوظ رکھتا ہے، آنے والے خطرات اور تکالیف کو دور کرتا ہے۔ اس فضیلت کا تذکرہ سورۃ النساء میں کچھ یوں ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ-(19)

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کیا

لسان العرب میں ہے

" الرجال متكلفون بامور النساء"(20)

مرد عورتوں کے امور کے کفیل ہیں

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ کسی چیز کی ضرورت کو مہیا کرنے والے، اس نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی اصلاح و درستگی کے ذمہ دار کو عربی میں قوام کہا جاتا ہے۔ جیسے ہر فوج کا ایک کمانڈر اور ہر مملکت کا ایک فرمانروا ہونا ضروری ہے جو نظام کو قائم رکھے اور فوج اور رعایا اس کے حکم کی تکمیل کریں۔ اس طرح گھر کی ریاست کا بھی حاکم اعلی ہونا چاہیے جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور خوش حالی کا ذمہ دار ہو اور اس کے احکامات کی اطاعت کی جائے ورنہ گھر کی اسی مختصر اور اہم ریاست کا سکون و اطمینان برباد ہو کر رہ جائے گا۔(21)

مولانا مودودی قوامیت کی بابت لکھتے ہیں

کہ قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔(22)

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں

چونکہ ہر ادارے یا تنظیم کیلیے ایک سربراہ کا ہونا ضروری ہے جس کے بغیر ادارہ کام نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خاندانی نظام کے ادارے کو چلانے اور قائم رکھنے کے لیے قوام کا ہونا ضروری ہے۔ قوامت کی بنیاد کی " بِمَا فَضَّلَ اللہُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ "۔ کے الفاظ بیان کرتے ہیں کہ یہ تخلیقی فضیلت ہے ، جسمانی قوت زیادہ دی ہے توانائی زیادہ ہے اور بھاگ دوڑ کی صلاحیت بھی زیادہ ہے۔ ان میں اختراع اور ایجاد کا جوہر زیادہ ہے ان میں حکمرانی و جانبازی اور جنگ و جدال کا حوصلہ وولولہ فطرت میں زیادہ ہے عزمیت زیادہ ہے، معاشی جدوجہد اور محنت و کوشش کا مادہ زیادہ ہے، ان میں فاعلیت زیادہ ہے اور ان اوصاف وصفات کی بناء پر ان کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے۔ قوامیت کے تمام لوازمات ان کے سپرد کیے گئے ہیں اس بناء پر وہ خاندان

کے ادارے کے حاکم نگہبان و محافظ ہیں۔دین واخلاق کے معاملات کی نگرانی کے ذمہ دار ہیں۔بیوی اور بچوں کی کفالت کی ضروریات زندگی کی فراہم رسانی بھی ان پر ہے۔([23])

محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ اس حکم سبب اللہ نے دو باتوں کا قرار دیا ہے،ایک وہبی اور دوسرا کسبی۔وہبی سبب کو "بِمَا فَضَّلَ اللہُ" سے بیان کیا اس میں باء سببیہ ہے اور یہ وہبی فضیلت قوامیت کا سبب ہے۔ عمومی طور پر مرد عقل ودین میں زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں اس لیے رسالت و نبوت ان کے لیے مخصوص ہوئی۔امامت کبری وصغری،اذان واقامت،خطبہ جمعہ اور میراث میں زیاد حصہ وہبی فضیلت ہے۔([24])دوسری فضیلت کی اساس اسی آیت کے دوسرے حصے میں ہے اور یہ قوامیت و فضیلت اس سبب پر بھی ہے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ محمود آلوسی عورت پر مرد کی قوامت کے کسبی سبب "وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ "کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد مہر اور نفقہ ہیں۔([25])مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام نے مرد کو یہ ناظمیت کا سہرا جو عطا کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ گھر میں ضبط قائم رکھے اور اسلام کے نزدیک اس ذمہ داری کے لیے مرد ہی فطرۃ موزوں ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلام مرد کو ایک جابر اور قاہر فرمارواں بناتا ہے اور عورت ایک بے بس لونڈی کی مانند اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔اسلام کے نزدیک ازدواجی زندگی کی اصل روح محبت ورحمت ہے۔عورت کا فرض اگر شوہر کی اطاعت ہے تو مرد کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اختیارات کو اصلاح کے لیے استعمال کرے نہ کہ زیادتی۔([26])

مولانا نعیم صدیقی لکھتے ہیں کہ مدنی بہبود کے لیے اگرچہ مردوں اور عورتوں کے دائرہ کار مختلف ہیں۔اور انتظامی ضروریات سے اگر خاندان کی قیادت مردوں کے ہاتھ میں دی گئی ہے تو اس کے معنی ہر گز یہ ہیں کہ عورت کسی کی لونڈی اور داسی بن کر رہ جائے۔اسلام نے اسے ملکیت عزت ونفس اظہار رائے سیاسی و معاشرتی کے لحاظ سے مردوں کی ساتھ مساوات دی ہے۔یہ حیثیت ماں اولاد کیلیے اس کا روحانی واخلاقی مرتبہ باپ سے بھی بلند تر ہے۔ برصغیر کی ہندو تہذیب کے اثرات نے اس کی حالت پر جو بُرے اثرات ڈالے ہیں اسلامی انقلاب کے ذریعے اس کا ازالہ کرنا ہوگا۔([27])

۲۔زوجین میں حسن سلوک کا فقدان اور اسلامی احکامات:

زوجین کا ایک دوسرے کے لیے تو مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے سے سکون واطمینان حاصل کرنا انکی جبلت میں رکھا گیا ہے۔ایک دوسرے کے ساتھ بھلا سلوک کرنا خاندانی زندگی کے ثمرات کے حصول کے لیے لازمی ہے۔شوہر گھر پر نگہبان اور قوام ہے تو اس غالب اور قوی پہلو کے ناطے نبی کریم ﷺ شوہر کو بیوی سے حسن سلوک کی تاکید فرماتے ہیں۔

خیرکم خیرکم اهله وانا خیرکم لاهلی-([28])

ایسے تمام قوانین کا مقصد خاندانی زندگی کو سکون اور اطمینان کا موقع بنانے کی ترغیب ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارا معاشرتی نظام کافی پہلوؤں سے اصطلاح طلب ہے۔زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح خاندانی زندگی کا شعبہ بھی حددرجہ فساد زدہ ہے۔ازواجی زندگی کے ایسے فسادی معاملات سے یوں تو مرد وعورت دونوں ہی متاثر ہو رہے ہیں لیکن اس میں نا شوہر کے لیے امن ہے اور نہ ہی عورت کیلیے سلامتی کا پہلو ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو عورت مرد کی نسبت زیادہ مظلوم اور قابل رحم ہے۔

مولانا نعیم صدیقی لکھتے ہیں کہ موجودہ عائلی سسٹم میں خرابیاں موجود ہیں۔اس میں عورت کی مشکلات زیادہ ہیں۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض صورتوں میں راہ لانچل مظلومی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔خاص طور پر سیدھی سادھی مسلمان عورتوں کی جن اذیت ناک داستانوں سے میں آگاہ ہوا اور جیسے حالات کے بارے میں مجھ سے سوالات پوچھے جاتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں شوہروں کی وہ اکثریت وہی قدیم یا جدید جہلیت پر مبنی عائلی نظام کو لے کر چل رہی ہے۔ بالعموم تمام انسانی شائستگی سے بھی عاری ہیں، ستم یہ ہے کہ ایسے شوہر اسلام کے تمام احکام کو روند کر اسلام

کے اندر سے اپنے لیے یہ حکم نکال لیتے ہیں کہ بیوی کو ان کا ہر حکم ہر قسم کے حالات میں ماننا چاہیے اور ذرہ بھی چوں چرا ں نہیں کرنی چاہیے۔ بیویوں کے لیے انکا نقطہ نظر ان سے بدتر ہے جو کہ قدیم دور میں کسی شریف آدمی کا لونڈی کے متعلق ہوتا تھا۔(29)

حسن سلوک میں کئی چیزیں شامل ہیں کھانے پینے اور سیر وسیاہ کے لیے کبھی کبھی گھروں سے باہر نکلنا، لباس اور آرائش کے پہلوؤں میں کشادگی اختیار کرنا، تعن و تشنیع سے گریز کرنا، غلطیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے محبت اور احسان کے پہلوؤں کو اپنانا اور اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار ہلکا پھلکا ہنسی مذاق کرنا سب حسن معاشرے میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن عصر حاضر میں خاندانی نظام میں وقت کیساتھ اوپر بیان کردہ تمام چیزوں میں کمی واقع ہوتی جا رہی ہے بلکہ حسن معاشرات کے اسلامی اقدامات کو اپنانے کی بجائے معمولی خطاؤں پر معاملہ شدت اختیار کر جاتا ہے۔ کہیں ہاتھ جلانے کی تعبیریں تو کہیں اعضاء کاٹنے اور تیل و تیزاب کی مدد سے جلانے کی خبروں سے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔

منیر احمد خلیلی خواتین پر بڑھتے ہوئے تشدد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مردوں میں ایسے بھی موجود ہیں جو اپنے صنعب قوامیت کو عورت کے استحصال کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اقوام کی حیثیت سے وہ یہ معنی نکال لیتے ہیں کہ ان کو حاکم مطلق اور ڈکٹیٹر کے اختیارات حاصل ہیں۔ وہ عورت کو رفیقہ کا درجہ دینے کی بجائے اپنی لونڈی، باندھی سمجھنے لگتے ہیں، زبان اور ہاتھ کے ناروا استعمال کو اپنا حق سمجھتے ہیں جسمانی تشدد اور ایذار سانی کا سنگدلانہ مظاہرے کرتے ہیں حالانکہ اسلام میں عورت پر تصرف کی کوئی ایسی ظالمانہ صورت جائز نہیں ہے۔ اسلام میں شوہر کے حقوق کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کی کوئی حیثیت نہیں ہے اسلام نے عورت کے حقوق و فرائض اور انسانی حیثیت میں مساوی مقام بخشا ہے۔(30)

اسلام نے بیوی کے ساتھ جو محبت اور خلوص کا درس دیا ہے اس میں تو مرد کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ جو کو خود کھاؤ اس کو بھی وہی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی اس کو بھی پہناو، اس کی تذلیل نہ کرو اور اس کو مارو پیٹو نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ

ما حق زوجہ ئا حلنا علیہ؟ قال ان تطعمھا اذاطعمت ،و تکسوھا اذا اکتسبت ،ولا تضرب الوجہ،ولا تقبحولا تھجرالا فی البیت-(31)

بلکہ ایک حدیث میں تو بیوی کیساتھ اچھائی اخلاق کے مکمل ہونے اور تکمیل ایمان کی خوشخبری سے مماثلت فرمائی ہے۔

اکمل المومنین ایماناًاحسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنساءھم۔(32)

اور قرآن میں مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ-(33)

پھر قرآن مجید میں عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيرًا-(34)

اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے

ایک اور آیت میں فرمایا:

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً-(35)

پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاؤ

اور اگر کسی وقت زوجین میں لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے تو مرد چونکہ عقل مندی اور دانائی میں بڑا ہوتا ہے تو اس پر لازم ہے وہ اپنے اہل خانہ سے حکمت نرمی خوش اخلاقی اور اچھی رہنمائی سے کام لیتے ہوئے معاملات کو سمجھالنے کی ذمہ داری نبھائے۔ رسول ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ بھلا سلوک اور حسن معاشرت کا عمدہ نمونہ چھوڑا ہے۔ وہ امت مسلم کے لیے نشان سعادت ہے۔ ہر معاملے میں شفقت نرمی کا عملی مظاہرہ کیا حالانکہ ازواج کی کثیر تعداد کیساتھ وقت گزارا۔ لیکن حسن سلوک کی عمدہ مثال موجود ہے کہ کبھی کسی زوجہ کو تعن و تشنیہ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

ما ضرب رسول اللہ ﷺ فاد مالہ ولا امرۃ ولا ضرب بیدہ شیا-(36)

۳۔ مرد کا معاشی کفالت سے لاپرواہی برتنا:

اسلام نے نکاح کے عوض عورت کی معاشی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے۔تاکہ عورت معاشی مسائل سے آزاد ہو کر نسل نو کی پرورش و تربیت کا کام بخوبی سرانجام دے بلکہ سورۃ النساء کی آیت میں اقوامیت کا بلند درجہ عطا کرنے کی وجہ بھی مرد کا عورت پر مال خرچ کرنا ہے۔

وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِم -(37)

لیکن عصر حاضر میں ہمارے معاشرے کے مردوں میں یہ رجحان فروغ پارہا ہے کہ نفقہ خوش دلی اور ذمہ داری کے طور پر ادا نہیں کرتے بلکہ یہ دیتے ہوئے احسان اور بوجھ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اگر کچھ مرد دیتے ہیں تو حیثیت کے مطابق خرچ دینے میں تنگی سے کام لیتے ہیں۔ بعض مرد شادی کے بعد تو اس فکر سے ہی بے نیاز ہو جاتے ہیں کہ نان و نفقہ کی ذمہ داری اسلام نے ان پر عائد کی ہے جس کی وجہ سے عورت پر گھریلو معاشیات کی ذمہ داری بھی آجاتی ہے۔اسی طرح وہ بچوں کیساتھ ساتھ شوہر کو بھی پالتی ہے اور معاشی مشقتوں میں بھی پستی ہے۔اگر کوئی عورت گھریلو یا اپنی ضروریات کے لیے کچھ مانگتی ہے تو ڈانٹ ڈپٹ مردوں کی عادت بن جاتی ہے۔گھر میں طوفان اور واویلہ کرنا روزانہ کی حرکات میں شامل ہے جو کہ خاندانی اور زوجین کے درمیان لڑائی جھگڑے اور مسائل کا سبب بنتے ہیں۔حالانکہ یہ اخراجات قرآن و سنت کی رو سے مرد پر واجب ہیں۔قرآن مجید میں ہے۔

وَعلَى الْمَوْلُودِ لَہُ رِزْقُہُنَّ وَكِسْوَتُہُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلاَّ وُسْعَہَا-(38)

اور جس (مرد) کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور۔کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلَّا مَا آتَاهَا -(39)

مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اس قابل جتنا اس کو دیا۔

اور رسول کریم ﷺ نے اپنی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ:

ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف-(40)

ان عورتوں کا کھانا اور لباس معارف کے مطابق تمہارے ذمہ ہے۔

۴۔ زوجین کی ادائیگی فرائض میں کوتاہی:

نکاح کے وقت جب ایک مرد و عورت کو رشتہ ازواج میں منسلک کیا جاتا تو ان کا مقصد صرف یہ نہیں ہوتا کہ ملازموں کی طرح ایک دوسرے کیساتھ مل جل کر کام کرتے رہنا اور جیسے تیسے زندگی اس گاڑی کو گھسیٹے ہوئے زندگی کے دن پورے کرنا۔ بلکہ مرد عورت کے نکاح کے اس بندھن میں شریعت اسلامیہ نے ایک دوسرے پر جسمانی حقوق بھی عائد کر رکھے ہیں۔تاکہ ایک دوسرے کے جزبات کی بھی تسکین ممکن ہوتی رہے۔جب ایسے حقوق کی ادائیگی میں کسی بھی فریق کی طرف سے حق تلفی ہو گی۔تو یقیناً دلوں میں نفرتیں، شکوک و شبہات اور دراڑیں بڑھتی چلی جائیں گیں۔ان حقوق کی کوتاہیوں کی بناء پر زوجین میں نہ صرف نفرت بلکہ دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس کی بناء پر آپس کی دلچسپیاں ختم ہونے لگتی ہیں۔حالانکہ شریعت اسلامیہ نے اس پاکیزہ رشتہ کے لیے "ہُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّہُن" (41) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔اس رشتہ کو نبھانے

کے لیے اس کی ضروریات اور تقاضے قائم کیے ہیں اور ان میں سے ایک بنیادی مقصد زوجین کا ایک دوسرے سے جنسی ضروریات کا پورا ہونا بھی ہے۔

۵۔ لڑکیوں کی گھریلو ذمہ داریوں کو قبول کرنے میں کوتاہی:

اسلام نے اگر مرد کو نان نفقہ کا ذمہ دار قرار دیا ہے تو گھریلو معاملات کی ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے۔ عورت کو ان ذمہ داریوں کا نہ صرف شعور ہونا چاہیے بلکہ انکی تربیت کا حاصل کرنا ان کے لیے لازم ہے آج کل کی جدید لڑکی گھریلو زندگی کے بنیادی معاملات کو ادا کرنے سے عاری ہے جو کہ خاندانی جھگڑوں اور مسائل کا سبب بنتا ہے۔ یہ نہ صرف لڑکیوں پر ہے بلکہ والدین کی ذمہ داریوں پر بھی شامل ہے کہ بچیوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ احسن انداز میں گھریلو امور کو سر انجام دیں سکیں تاکہ افراد خانہ کے ساتھ مضبوط ربط قائم ہو سکے۔ رضی الدین سید لکھتے ہیں کہ آج کل کی شادی کے افسوس ناک انجام کی صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ رشتہ طے کرانے والی معروف خواتین اور خلع و طلاق کی خاتون وکلاء تک شکوہ کرنے لگی ہیں۔ کہ گھر کے بگاڑ میں بڑا کردار لڑکیوں کا ہی ہے اور اس کا ایک سبب لڑکی کے والدین اور بہن بھائی ہیں جو اپنی بیٹی یا بہن کو شوہر سے ان بن پر، ساس اور نند کو جواب دینے اور شوہر سے مختلف مطالبات پر اکساتے ہیں اور بار بار اعتماد دلاتے ہیں کہ فکر نہ کروں ہم یہاں موجود ہیں۔ جس کی بناء پر گھر ٹوٹ جاتا ہے اور لڑکی گھر واپس آکر بیٹھ جاتی ہے۔(42) حالانکہ گھر کے بنیادی معاملات کو احسن انداز میں نبھانہ عورت کی ہی ذمہ داری ہے۔ اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ لڑکی اپنے گھر کو چھوڑ کر ایک نئے گھر میں نئے لوگوں میں اور بالکل ہی تبدیل ماحول میں آکے بستی ہے، یہ کسی بھی امتحان سے کم نہیں ہے۔ لیکن اگر لڑکیوں کی تربیت ایسی کی جائے کہ وہ خود کو ماحول میں ڈھالنے کے اور قابل بنالے اور بہت سے باتوں کو فراموش کرے، نئی چیزوں کو اختیار کرے تو زوجین کی تلخیوں اور پیدا ہونے والے مسائل میں کافی حد تک کمی ممکن ہو سکتی ہے۔ دراصل اس انقلاب کو قبول کرنے کی تیاری والدین کے گھر سے ہوتی ہے جو والدین ایسی تربیت نہیں کرتے ان بچیوں کیلیے سسرال ذہنی اور جذباتی لحاظ سے اذیت گاہ بن جاتا ہے۔

۶۔ مرد و عورت کے نکاح کے لیے انتخاب کا معیار:

عصر حاضر میں دولت اور امارات رشتہ نکاح کے لیے ترجیح کا سبب بن چکا ہے۔ حسن و جمال، شہرت، جائیداد، نوکری و کاروبار اور دنیاوی علم و ہنر ہی سب کچھ سمجھا جاتا ہے اور ان عوامل میں بھی معیار اس قدر اونچا سمجھا جاتا ہے کہ تلاش کرتے کرتے عمر کی حد گزر جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب انسان گھر بسانے کے لیے صرف ظاہری شان و شوکت اور نمود و نمائش کو مد نظر رکھتا ہے تو گھر بنتے نہیں، ٹوٹ جاتے ہیں۔ پہلے وقتوں میں رشتہ طے کرتے وقت حسب و نسب کے ساتھ ساتھ لڑکی کی سیرت و کردار اور سگھڑپن کا خیال رکھا جاتا تھا۔ جس گھر میں رکھ رکھاؤ اور اخلاق و اطوار والی لڑکی ہوتی، مالی حیثیت میں کم ہوتی لیکن ہر کوئی خواہش کرتا کہ گھر کو جنت بنانے کے لیے اسی کو بہو بنا کر لانا ہے۔ بے جوڑ رشتے جھوٹ اور دھوکے پر مبنی نکاح خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا ایک سبب ہے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال:تنکح النساء لاربع:لما لها و لحسبها ولجمالها ولدینها، فاظفر بذات الدین-(43)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے چار وجوہات سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کے سبب، اس کے خاندان کے سبب، اوکی خوبصورتی کے سبب اور اس کے دین کی بدولت، لیکن دین کی بدولت زیادہ بہتر ہے۔

اس لیے زوجین کے انتخاب میں ذمہ داری اور تقویٰ کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حسب و نسب مال و دولت جمال اور

دین میں سے دین داری کے پہلو کو ترجیح دینے کا حکم فرمایا ہے لیکن آج کل رشتہ کرتے ہوئے دین داری کے علاوہ تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے معاشرتی توازن میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ اپنے سے امیر اور بہتر گھرانوں کی تلاش حالات کو ابتر سے ابتر کی طرف لیے جا رہی ہے۔ رضی الدین لکھتے ہیں۔ بعض والدین آج بھی حسب و نسب اور ذات برادری کے چکروں میں الجھے ہوئے ہیں۔ کہیں وہ یوپی، حیدر آبادی اور بہاری کی فکروں سے دوچار ہیں اور کہیں ملک، خان، گجر اور سید اور صدیقی و شیخ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ کہیں محض انجینیر و ڈاکٹر کی تلاش جاری ہے۔ دوسری طرف میڈیا کے ذریعے حسن و خوبصورتی کا اتنا پرچار کیا گیا ہے کہ تقریباً ہر لڑکے اور اس کے والدین نے آنے والی بیوی اور بہو سے حسن کا انتخاب آئیڈیل ذہنوں میں بٹھایا ہوا ہے اور انکا معیار اتنا سخت ہوتا جا رہا ہے کہ لگتا ہے آئندہ دس پندرہ سالوں میں لڑکی کا انتخاب بھی ملکہ حسن کی طرح انچوں اور فیتوں سے ماپ کر کیا جائے گا۔(44)(جس طرح بیوی کا سگھڑ، دانا اور سلیقہ مند ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح مرد کے انتخاب میں بھی اخلاق و کردار اور دین داری و تقوی کو معیار بنانا چاہیے)۔ شیخ ابو یاسر لکھتے ہیں بعض لوگ اپنی بیٹی کا رشتہ اس طرح کر دیتے ہیں جیسا کوئی بکری کسی کو بیچی جا رہی ہو۔ اب بکری لینے والے کی مرضی اسے گھاس کھلائے یا اسے ذبح کر دے۔ کتنے بے رحم و ظالم ہوتے ہیں وہ ماں باپ جو اپنی بچی کا رشتہ کسی نالائق اور بد فطرت انسان سے صرف مالی لالچ کی بناء پر کر دیتے ہیں پھر دنیا میں ہی جہنم مل جاتی ہے

۷۔ زوجین کا ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھنے میں کوتاہی:

بعض اوقات ہمارے معاشرے میں نکاح کے بندھن میں آنے والا جوڑا مختلف خاندانوں، مختلف ماحول اور مختلف حالات سے تعلق رکھتا ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ جس میں زوجین کو ایک دوسرے کی عادات، انداز اور فطری معاملات کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں خصوصی طور پر مرد کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ عورت دوسرے خاندان سے بیاہ کر آپ کے پاس آئی ہوتی ہے۔ اس کو نہ صرف مرد بلکہ پورے خاندان کے افراد کے رویوں کو سمجھنے اور پھر اپنے آپ کو اس میں ڈھالنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس لیے مرد کو چاہیے کہ عورت کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو صرف نظر کرے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ اخلاق کے پیکر تھے ہمیشہ گھر والوں سے طبع فرماتے ان کی دلجوئی کرتے، بیویوں کے ساتھ ہنسی مزاق اور دلگی فرماتے۔ ان کی کوتاہیوں یا غلطیوں کو در گزر فرماتے۔ امام غزالی آداب معاشرت اور نکاح کو قائم رکھنے والے اسباب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہنا چاہیے ان کی جانب سے ایذا برداشت کرنی چاہیے اور ان پر رحم اور ترس کھانا چاہیے۔ بلکہ عورت کی جانب سے ایذا کو برداشت کرنا اور اس کے غصے اور تیش کو سہنا اصل حسن سلوک ہے۔ یہ آپ ﷺ کا طریقہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعض بیویاں آپ ﷺ کے سامنے بولتی تھیں اور سارا دن بات نہ کرتیں تھیں مگر آپ ﷺ پھر بھی تحمل فرماتے تھے۔(45)

۸۔ دونوں اطراف کے خاندانوں کے اجنبی یا بے رخی پر مبنی رویے:

پاکستانی معاشرے میں زوجین کے علاوہ دونوں اطراف کے خاندانوں کے رشتے اصل میں اس نئے تعلق کو بنانے اور برقرار رکھنے یا توڑنے اور بگاڑنے میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ عورت اپنے والدین، بہن، بھائی، رشتے دار اور بے شمار دوسری دلچسپیاں چھوڑ کر سسرال کو آتی ہے۔ اگر یہ گھروں کیلیے ٹھنڈی چھاؤں بن جائیں تو خوشی ہوتی ہیں اور اس کا گھر آباد ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ زمین ان کے لیے گرم اور خشک ہو تو وہ جلد ہی نازک پودے کی مانند کملا جاتی ہے۔ سسرال کو خوش دلی سے اس نئے فرد کو نہ صرف برداشت کرنا چاہیے بلکہ اس کی عادات اور خامیوں کو حسن سلوک کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور عورت کو بھی چاہیے کہ وہ اعلیٰ ظرفی اور حسن سلوک کا ثبوت دے۔ اگر خاندان میں ساس، سسر یا لڑکے میں کوئی کمی ہو تو برداشت کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے اور بہتر وقت کا انتظار کرے۔ شیخ ابو یاسر لکھتے ہیں بعض اوقات اسی طرح بہو سے پورے خاندان کی خدمت بھی لی جاتی ہے اور اس کی وسعت سے بڑھ کر کام بھی لیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں کئی طبقوں میں

عورتوں کو گھٹیا مخلوق تصور کیا جاتا ہے۔ اس سے بدسلوکی کی جاتی ہے۔ انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ اور گالی گلوچ دی جاتی ہے۔ اور ان سے اپنی خدمت کے بہانے ایسے کام لیے جاتے ہیں جن کی وہ طاقت نہیں رکھتیں اور جانوروں کی طرح دن رات کام میں لگی رہتی ہیں۔(46)

اسی طرح شادی کے بعد مرد کے سسرال اور عورت کے میکے کا بھی گھر کی آبادی اور بربادی میں اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر وہ قدردان ہوں تو نئے بندھن میں گھر کی آبادی کا سامان ہوتے ہیں اور اگر پیار و محبت سے ناآشنا بے رخی اور بے قدرے ہوں تو بسا اوقات وہ اپنے غلط کردار کی وجہ سے اپنی بیٹی کی طلاق اور گھر کی بربادی کا باعث بن جاتے ہیں اور کسی بھی جھگڑے میں اپنی بیٹی کی حمایت کرتے ہوئے شوہر سے بدظن کرنا لڑکی کے میکوں کی عام عادت ہے اس کی باتیں سن کر اپنی بیٹی کو مظلوم اور مرد کو کائنات کا سب سے بڑا ظالم شوہر قرار دیا جانا ہماری معاشرتی روایت بن چکی ہے۔ حالانکہ اسلام نے بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

من خبب امراۃ زوجھا فلیس منا-(47)

جس نے شوہر کے خلاف اس کی بیوی کو بدظن کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

اسلام ہمیشہ مرد و عورت کو بحیثیت میاں بیوی آپس میں محبت اور پیار کے رشتے کو قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ اچھا خاندان ہی اچھے معاشرے کی ضمانت ہے۔

مشترکہ خاندان کے مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل:

ایک صالح اور صحت مند خاندان کیلیے مشترکہ اور مل جل کر رہنے والی زندگی کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ خاندانی زندگی نہ صرف فطرت کا تقاضا ہے بلکہ قوم و ملت کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی و فارغ البالی میں بھی نہایت اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ لہذا معاشرے میں اعتدال و اصلاح پیدا کرنے کے لے خاندانی زندگی کا وجود ناگزیر ہے اور خاندانی زندگی کو اختیار کرنے کی تائید قرآن میں کچھ اس طرح سے ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً-(48)

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے کیے

دوسری جگہ دعائیہ کلمات کی شکل میں اللہ تعالی نے یہ الفاظ سکھائے

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ-(49)

اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیویاں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک

آرام و سکون زندگی کی بہت بڑی نعمت ہے جس میں انسان کو ذہنی، جسمانی اور مالی لحاظ سے اطمینان ہو لیکن صحیح سکون مرد اور عورت کو باہم ایک دوسرے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

ومامنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً-(50)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔

دوسری جگہ فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا-(51)

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے

مرد دن بھر کا تھکا ماندہ گھر پہنچتا ہے تو بیوی بچوں میں سکون محسوس کرتا ہے۔ اور بیوی سارے دن کے کام کاج سے تھکی خاوند کو دیکھ کر اپنی پریشانی بھول جاتی ہے۔ اگر یہ ہی خاندانی نظام صالح اور منظم ہو اور خاوند بیوی اور اولاد سب ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوں تو ایک دوسرے کی خیر خواہی پر مبنی معاشرہ ہی یقیناً آرام و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے غرض کہ مشترکہ خاندانی نظام ہی صحیح معنوں میں انسان کے لیے آرام و آرائش کا

باعث ہے۔ مشترکہ خاندان میں دو بنیادی عوامل ہیں ایک زوجین یعنی میاں اور بیوی کے آپس کے تعلق پر مبنی رشتہ اور دوسرا والدین کا اولاد کے ساتھ تعلق ہے جو کہ موضوع بحث ہے۔

مشترکہ خاندان کے عمرانی مسائل اور اسلامی تعلیمات سے انکا حل:

اللہ تعالی نے مرد اور عورت کے شکل میں خوبصورت خاندانی نظام رائج کیا ہے یہ نظام دراصل انسانی رشتوں کی سبب مضبوطی کے مراحل طے کرتا ہے۔ اور اسی مرد وعورت پر مشتمل ایک چھوٹا سے خاندان کے اجتماع کے نتیجے میں انسان اس کائنات کا حصہ بنتا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس خاندانی نظام اور خوبصورت ازدواجی زندگی میں اختلافات کا امکان باقی رہتا ہے۔ چونکہ دو مختلف سرزمینوں میں پنپنےوالے پودے مل کر ایک گلستان بنتے ہیں۔ بعض زوجین ان اختلاف اور مسائل کو بااثر انداز سے برداشت کرنا اور نبھانا جانتے ہیں جبکہ بعض انسانوں میں ان معاملات کو سنبھالنے کی اہلیت دوسروں کی نسبت کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات یہ مسائل جو کہ معمولی اختلافات سے شروع ہوتے ہیں میدان جنگ کا روپ دھار لیتے ہیں دونوں یا کوئی ایک اس رائی کو پہاڑ بنانے کا سبب بنتا ہیں۔ خاندانی نظام کا یہ پر فضا ماحول بچوں کی تعمیر و تشکیل میں انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس کو بعض اوقات ناگوار بنا کر نہ صرف خاندانی نظام کو ٹھیس پہنچائی جاتی ہے بلکہ آنے والی نسل کی شخصیت کو محرومیوں ناکامیوں اور نفرت جیسی وبائیں وراثت میں ملتی ہیں پاکستانی معاشرے میں کچھ ایسے عمرانی مسائل ہیں جو مشترکہ خاندانی نظام کو گاہے بگاہے درپیش رہتے ہیں۔ یہاں نہ صرف ان مسائل کا ذکر کیا جائے گا بلکہ ان مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل بھی پیش کیا گیا ہے۔

ا۔ بیوی بچوں کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست:

شادی کے بعد شوہر پر جو بیوی کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زوجہ کیلیے رہائش کی سہولت مہیا کرے۔ کنزالدقائق میں ہے۔

والسکنی فی بیت خال عن اهله و اهلها،(52)

شوہر کا بیوی پر ایک حق سکنہ یعنی مکان ہے۔

شادی کے بعد زوجین کے درمیان پیار و محبت کے اظہار کے لیے ایسی جگہ ہونا ضروری ہے جس میں کوئی دوسرا دخل اندازی کا حق نہ رکھتا ہو۔ لیکن اس کے برعکس پاکستانی معاشرے میں یہ دخل اندازی بہت زیادہ ہے جس کی بناء پر روز بروز کئی ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس سے میاں بیوی کے تعلقات خراب ہوتے ہیں اور ساس بہو کا جھگڑا تو پاکستانی معاشرے میں ایک مثال کا درجہ رکھتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں بہو کو ساس سے اور بھاوج کو نندوں سے جو خوف وہراس ہے وہ بے وجہ اور بے بنیاد نہیں ہے۔ آج اس معاشرے میں ایسی ساسوں کی کمی نہیں جو اپنے لڑکوں کو بیوی کے خلاف مستقل اکساتی اور بھڑکاتی رہتی ہیں۔ اگر عورت شادی کے بعد مشترکہ گھرانے میں رہائش پذیر ہو تو ایسے کئی دینی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ستر وحجاب کی پابندی کی خلاف ورزی اور مرد کیلیے زیب وزینت اختیار کرنے کیلیے مسائل سامنے آتے ہیں جبکہ شریعت نے اس کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے اگر نہ کرے تو شوہر کی نگاہوں کو اسودگی ملنا ناممکن ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہو کے لانے کے متعلق ایک دوسرا بڑا اہم تصور پایا جاتا ہے کہ ہماری بہو (خصوصی طور پر بڑے بیٹے کی بیوی) پورے گھر کو سنبھالے گی اور شادی کرنے کا بنیادی مقصد یہی ہے حالانکہ شریعیت نے نکاح کے بندھن کا مقصد ایک دوسرے سے سکون اور اطمینان حاصل کرنا ہے بیان کیا۔ اگر عورت کو پورے گھر کی ذمہ داری سونپ دی جائے تو پورے گھرانے کی خدمت کرکے تھکن سے چور ہونے کے بعد کم از کم وہ اپنے شوہر کی خدمت کے قابل تو نہیں رہتی۔

حالانکہ سسرال کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ لڑکی اپنی بہن بھائیوں اور ماں باپ کو چھوڑ کر ایک نئے ماحول میں آئی ہے اور پورے گھر کا نظام اس پر ڈال کر یہ ظلم وزیادتی ہے۔ اس کے بدلے میں وہ تھکاوٹ اور سستی کا شکار ہوگی۔ رفتہ رفتہ اس کے مزاج میں سختی اور ناگواری کے اثرات واضح ہوں

گے۔اور یہی اثرات زوجین کی خاندانی زندگی کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ بلکہ اسی اسباب کی بدولت حالات اتنے تلخ ہو جاتے ہیں کہ خاندانی نظام کا برقرار رہنا مشکل ہو گا۔

حق سکونت اور اسلامی تعلیمات:

اسلام نے نکاح کو قلعہ کی مانند قرار دیتا ہے۔اور مرد کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ وہ بیوی کے لیے رہائش کا بندوبست کرے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ-([53])

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی ہو

معاشرے کے ہر فرد کو اس کے بیوی بچوں کیلیے ایک مکان کی سہولت ہونی چاہیے جس کے انتظام میں وہ خود مختار ہو اور دوسرے کی مداخلت سے آزاد ہو۔اور اگر بیوی سسرال کے ساتھ نہ رہنا چاہے اس کی وجہ خواہ طبائع کا اختلاف ہو یا باہم لڑائی جھگڑا، تو اسے مشترکہ رہائش اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کو الگ مکان میں رکھے یا مکان کے کسی علیحدہ حصے میں جس کا راستہ علیحدہ ہو۔البتہ وہ خود چاہے تو اپنی مرضی سے شوہر کے والدین یا رشتہ داروں کے ساتھ رہ سکتی ہے۔([54])شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیوی کو علیحدہ بندوبست کردے۔ باہم ایک دوسرے سے اختلاف اور نذاع سے بچنے کی یہ بہترین صورت ہے کہ اختلاف اور لڑائی جھگڑے کی بنیادی وجہ مشترکہ رہائش ہی کو ختم کیا جائے۔

پاکستانی معاشرے میں رہائش سے متعلقہ درپیش مسائل اور ان کا حل:

اسلام کی مجموعی تعلیمات سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہر کوئی نئی زندگی کا آغاز ایک ذمہ دار شخص کے طور پر کرتا ہے۔ شادی کے خصوصی امور ہوں یا ازدواجی تعلقات ہوں، زندگی کے پہلوؤں میں عورت مرد کی متاع ہے۔اب مرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسے ایسا گھر کا ماحول مہیا کرے جہاں وہ اپنی خانگی اوازواجی زندگی اورذِمہ داریاں بخوبی انداز میں پوری کر سکے۔خواہ اس کا تعلق مشترکہ خاندانی نظام کی شکل (جیسا کہ پاکستانی معاشرے میں عمومی طور پر ہے) میں ہو یا غیر مشترکہ ہو۔ لیکن یہاں ایک بات واضح ہے کہ اسلام کا رجحان غیر مشترکہ رہائش کی طرف ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام کی کئی خوبیاں ہیں۔ لیکن ان خوبیوں کیساتھ خامیوں کا ذخیر بھی کم نہیں ہے۔ کیونکہ شادی کے بعد مرد و عورت کو جس طرح کا ماحول چاہیے ہوتا ہے وہ موجودہ مشترکہ خاندانی نظام میں ممکن نہیں ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ساس اور نندوں کے طنزیہ جملے اور جس کی بدولت دونوں اطراف سے برداشت کی کمی نظر آتی ہے۔ جس کی بدولت باہمی نفرت کے جذبات کو ہوا ملتی ہے، رفتہ رفتہ یہ حالات طلاق تک جا پہنچتے ہیں یا دوسری طرف بہو کا سکہ جم جاتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں حقیقت یہ ہے کہ غربت مہنگائی اور بد عملی کے جو حالات پائے جاتے ہیں اس میں ہر شخص کیلیے یہ ممکن نہیں ہے کہ الگ رہائش مہیا کر سکے۔ تو مشترکہ خاندانی نظام جس کا آج پاکستانی معاشرہ حامل ہے ، ساس کو چاہیے کہ بہو کیساتھ بیٹی کی طرح شفقت اور محبت کا پہلو اپنائے۔ ایک عورت ہونے کے ناطے عورت کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھے۔ بہو کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور غفلتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے چھوٹوں کی طرح شفقت سے سمجھائے اور بہو کا بھی حق ہے کہ وہ ساس کو ماں کا درجہ دینے کی کوشش کرے اور اگر کبھی کچھ سخت الفاظ بڑوں کی منہ سے نکل جائیں تو اپنی قوت برداشت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے والدین کی تربیت اور پرورش پر آنچ نہ آنے دے اور اس کو چاہیے کہ میکے کی طرح خاوند کے والدین کو بھی عزت دے۔ ساسوں اور نندوں کو حریف نہیں حلیف خیال کرے۔ خاموشی اور صبر جیسے خداوند تعالی کے انعامات کا استعمال کرتے ہوئے کبھی کبھار یہ تکلیف دہ مراحل کو در گزر کرنے کی کوشش کرے۔

ایک سے زائد بیوں کیلیے الگ رہائش کا بندوبست:

پاکستانی معاشرے میں عام طور پر ایک سے زائد بیوی رکھنے کا رواج اتنا زیادہ تو نہیں لیکن جہاں ایسا پایا جاتا ہے وہاں پر بھی معاملات اتنے آسان نہیں ہیں۔ مرد دو یا تین ازواج کو ایک ہی گھر میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کے نتائج خاص طور پر پاکستان معاشرے میں انتہائی سنگین نوعیت کے بھگتنا پڑتے ہیں اس لیے اسلام مرد پر یہ بھی لاگو کرتا ہے کہ اگر وہ ایک سے زائد شادیاں کرتا ہے تو الگ الگ رہائش کا بندوبست کرنا اس پر ضروری ہے۔ سوائے اس کے کہ اگر بیویاں کوئی خود سے مل کر اکھٹی رہنا چاہتی ہوں مگر عام طور پر ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے الگ الگ رہائش رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ اور حضور پاک ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بھی بحیثیت مسلمان ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے سب ازواج کو الگ الگ گھر مہیا کیا تھا۔ فرمان الٰہی ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوتِکُن-(55)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو

اسی طرح:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِیْ بُیُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ -(56)

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت

ایک دوسرے مقام پر آیا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ -(57)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ

ان تینوں آیات میں "بیوت "لفظ اشارہ کرتا ہے کہ ازواج اور نبی کریم ﷺ کے گھر علیحدہ علیحدہ تھے۔ یہاں تک کہ قرآن کی ایک سورۃ جس کا نام الحجرات ہے جو کہ حجرہ یا کمرہ کی جمع ہے اسی نام پر رکھا گیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی ازواج کی الگ الگ مکانات ہونے کی صورت موجود ہے۔ مقامی بدو جو آداب و تہذیب سے ناآشنا تھے وہ نبی کریم ﷺ کو حجروں کے پیچھے سے اونچی اونچی آوازیں کستے تھے وہ اس لیے ایسا کرتے تھے کہ انکو معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کس زوجہ کے کس کمرے میں موجود ہوں گے۔(58)

جس کی بدولت اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُونَکَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ"- (59)

وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں

اس لیے فقہا کا کہنا ہے کہ

" وليس للرجل يجمع بين امرئا تیہ فی مسکن واحد"-(60)

خاوند اپنی بیویوں کی رضامندی کے بغیر ایک گھر میں اکھٹا رکھنے کا مجاز نہیں

در حقیقت اسلامی شریعت کا یہ پہلو اس لیے ہے کہ سوکنوں کی باہمی عداوت اور غیرت فساد کا سبب ہے اور انہیں ایک گھر میں ساتھ ساتھ رکھنا ایک دوسرے کے خلاف نہ صرف لڑائی اور فساد کے مترادف ہے بلکہ مشترکہ خاندانی نظام کو نقصان پہنچانے کا بھی سبب ہے۔

پاکستانی معاشرے میں موجودہ سسرالی نظام اور اسلامی تعلیمات:

پاکستانی معاشرے میں شادی کے بعد عورت جب اپنی نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے تو اس پر صرف اپنے خاوند کے علاوہ اور بھی کئی ذمہ داریاں آن پڑتی

ہین جن کو اخلاقی طور پر ادا کرنا اس کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ گویا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہو نہیں بلکہ نوکرانی لانے کا بندوبست ہو رہا ہے مسائل کا انبار بعض واوقات اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ حقیقی حقوق جن کو نبھانے کا اصل مقصد نکاح ہے وہ ادا کرنے سے بھی عورت قاصر رہتی ہے۔

"منیر احمد خلیلی لکھتے ہیں ہماری دیہی معاشرت میں بالخصوص اور بعض شہری کنبوں میں عموماً مشترکہ سسٹم رائج ہوتا ہے اس سسٹم میں کچھ خوبیاں ضرور ہیں لیکن قباحتیں اور خرابیاں کہیں زیادہ ہیں ایک نو بیاہتا لڑکی ایسے کنبوں میں ایک شوہر کی بیوی ہی بن نہیں آتی بلکہ پورے سسرال گھرانے کی خادمہ سمجھ کر لائی جاتی ہے۔ شوہر تو اس کا دیوتا باور کروایا ہی جاتا ہے جس کی پوجا دلہن پر واجب ہوتی ہے۔ اس کی جائز اور ناجائز خواہشات کی تکمیل بیوی کو کرنا پڑتی ہے اس کی غیر مشروط اطاعت لازم گردانی جاتی ہے۔ لیکن اس سے کچھ آگے بڑھ کر دلہن سے یہ بھی تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ شوہر کے سارے خاندان کی چاکری کرے، دیوروں کی جوتیاں صاف کرے، نندوں کے کپڑے دھوئے، شوہر کے دیگر رشتہ داروں کی خدمت پر معمور رہے۔ اتنے پھیلے ہوئے تقاضوں کی تکمیل کے لیے اس بیچاری کو اپنے اوپر بے پناہ جبر کرنا پڑتا ہے اپنے راحت و آرام کو بھولنا پڑتا ہے اور انسان سے بڑھ کر مشین بن کر گزارا کرنا پڑتا ہے"۔(61)

شریعت اسلامی میں اگر دیکھا جائے تو عورت پر واجب ہے کہ اپنے شوہر کی ممکنہ حد تک خدمت کرے اور اطاعت کرے شوہر کی معروف اطاعت میں اس کے لیے بے پناہ اخروی سعادتوں اور انعامات کا ذکر ہے۔ اچھی بیوی کے بلند ترین اوصاف میں خاوند کی راحت اور اس کو خوش رکھنے کی تمام طریقوں پر عمل کرے۔ لیکن یہ تصور کہ عورت اپنے سسرالی گھرانے کے ہر فرد کی اطاعت اور خدمت کرنے کی مکلف ہے تو قرآن وسنت کی رو سے یہ لازم نہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ بعض آدمی اس کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں کہ بیوی کو اپنی ماں کا محکوم و مخلوب بنا کر رکھیں اور اس کی بدولت بیویوں پر بڑے بڑے ظلم کرتے ہیں۔ پس خوب سمجھ لینا چاہیے کہ بیوی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے۔ تم سعادت مند ہو تو خود خدمت کرو یا خدمت کے لیے نوکر لاؤ۔(62) مزید منیر احمد خلیلی لکھتے ہیں کہ یہ تصور کہ ایک عورت اپنے سسرالی خاندان کے ہر فرد کی خدمت اور اطاعت کی مکلف ہے قرآن وسنت کی رو سے سراسر غلط ہے بے بنیاد ہے۔ اسلام نے اسے شوہر کے سب رشتوں اور عزیزوں کی خدمت کا ذمہ دار نہیں بنایا۔ شوہر کے بھائیوں کے چونچلے اٹھانا اور ان کی خدمت میں مستعد رہنا تو درکنار ان کے ساتھ زیادہ میل جول اور بے تکلفی شرعاً ممنوع ہے ساس سسر کے آرام کے لیے کچھ انتظامات کر دینا شوہر کی دل بستگی اور خوشنودی کے حوالے سے یا عام انسانی اخلاق کے نقطہ نظر سے قابل قدر ہے لیکن یہ عورت کے فرائض میں داخل سمجھنا کم عقلی اور دین سے نافہمی کی علامت ہے۔(63)

لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں نوے فیصد آبادی یا شاید اس سے بھی زیادہ لوگ شادی کے بعد الگ گھر بنانے اور بیوی کو الگ کرنے کی حیثیت میں نہیں ہوتے۔ کچھ نہ کچھ عرصہ اور بعض صورتوں میں طویل عرصہ تک بیٹے اپنے سسرال کے ہاں رہ کر گزارہ کرتے ہیں۔ یہ حالات کی مجبوری کا ایک اہم پہلو ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عام طور پر عرب میں الگ گھر بنا کر دینا وہاں کی عادات میں سے ایک ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے دور میں ایسے معاملات موجود ہیں۔ جن میں یہ روایات ملتی ہیں کہ شادی کے بعد میاں بیوی نہ صرف سسرال کے ساتھ رہتے تھے بلکہ بہو سسر کی خدمت بھی کیا کرتی تھی۔

جیسا کہ حدیث پاک ہے۔

"عن كثبة بنت كعب بن مالك:وكانت تحت ابن ابى قتادة۔ ان ابا قتادة دخل فشكبت له وضوءً فجائت هرة فشربت منه فئا صغنى لها الا ناء حتى شربت فقال: ان رسول الله ﷺ قال: انها ليست بنجس"(64)

حضرت کبشہؓ بنت کعب اپنے سسر حضرت ابو قتادہؓ کے لیے وضو کا پانی لائیں تاکہ انہیں وضو کرائیں حضرت کبشہ نے وضو کروانا شروع کیا تو ایک بلی آئی اور برتن سے پانی پینے لگی حضرت ابو قتادہؓ نے برتن بلی کے آگے کر دیا اور کہا رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بلی نجس نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابیات بھی سسرال کی خدمت کا تصور موجود تھا لیکن ایک بات واضح ہے کہ اس خدمت کا تعلق اخلاقیات

کے ساتھ ضرور ہے۔ لیکن شریعت عورت کو سسرال کی خدمت یااطاعت کرنے کا پابند نہیں کرتی۔ جیسا کہ ہمارے معاشرے میں یہ روایت عام ہو چکی ہے۔اور عورت کو صبح سے شام تک کاموں کی چکی میں پسناپڑتا ہے۔ لیکن حالات کی مجبوری اور خاوند کی خوشنودی کے لیے اگر کوئی عورت ایسا عمل کرتی ہے تو یقیناًاللہ کے ہاں اس کا اجر ہے۔

مشترکہ خاندان میں والدین کی حیثیت اور اخراجات کی ذمہ داری:

مشترکہ خاندان میں وقت کے ساتھ والدین جس عمر میں پہنچ جاتے ہیں ان کے اخراجات کی ذمہ داری ان کا خیال رکھنا کس کی ذمہ داری ہے۔(اس گفتگو کی طرف آنے سے پہلے اسی فصل میں والدین کے ان حقوق کا مطالعہ ضرور کرلیں جو اولاد پر لاگو ہوتے ہیں)۔ ہمارے معاشرے میں شادی کے بعد اولاد صرف اور صرف بیوی بچوں تک محدود ہو جاتی ہے جبکہ دوسری طرف والدین بیٹوں کی شکل وصورت تک کو ترس جاتے ہیں۔ بیٹے، بیوی بچوں کے معاملات میں ایسے الجھے رہتے ہیں کہ نہ صرف ان کے پاس والدین کے لیے وقت ہوتا ہے اور نہ انکی ذمہ داری یعنی نان ونفقہ کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ بعض اوقات ہمارے پاکستانی معاشرے میں والدین کھانے اور پینے کو ترس رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف اولاد ٹھاٹ بھاٹ کیساتھ زندگی گزار رہی ہوتی ہے۔

حالانکہ اس معاملے میں نبی کریم ﷺ اولاد سے مخاطب ہو فرماتے ہیں کہ تم اور تمہارا مال اس کے مالک تمہارا باپ ہے۔

"انت و مالک لوالدک۔ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلو من کسب اولادکم۔"(65)

اس لیے اگر ایسی استطاعت رکھتے ہو کہ بیوی اور والدین کی الگ الگ اخراجات اور رہائش مہیا کر سکتے ہو تو بہت خوب ہے۔اور شادی کے بعد فطری تقاضا یہ ہے کہ بیوی بچوں سے محبت بڑھ جاتی ہے لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ ماں باپ کو نظرانداز کردو۔ شروع شروع میں اولاد کی یہ نظراندازی والدین کو بہت تکلیف دیتی ہے اس لیے بیٹے کو خود شعور ہونا چاہیے کہ ماں باپ کو ضرور وقت دے۔ اگر رہائش مشترکہ نہ ہو تو دن میں ایک آدھ دفعہ ان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانا چاہیے۔ رات کے وقت کچھ وقت والدین کے ساتھ گزاریں اور ان کا حال احوال پوچھیں۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور کھانے پینے کی کوئی چیز ہو تو پہلے ان کو دیں۔ اگر میاں بیوی اور بچوں کے کپڑے لایا ہے تو والدین کو نظرانداز نہ کرے۔ ہر وہ مطالبہ جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اس میں والدین کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اور خاص طور پر بڑھاپے میں والدین اولاد کی خصوصی توجہ اور محبت کے طلب گار ہوتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرد اکیلا ناقص ہستی ہے اور اسی طرح اکیلی عورت بھی۔ کیونکہ ان کے ناقص ہونے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ نسل انسانی کی بقاء کے لیے دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ بقائے نسل کے علاوہ ہر مرد و عورت کے لیے جسمانی اور روحانی صحت اور زندگی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھی خاندان کی تشکیل ضروری ہے۔ جو عورتیں اور مرد تجردانہ زندگی بسر کرتے ہیں ان کا اعصابی اور نفسیاتی تکالیف میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے بلکہ ایسے مرد وزن جن کی شادی اور نکاح میں تاخیر نظر آئے ان میں بھی ایسے مسائل نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لیے زوجین کے اس بنیادی رشتے کی پائیداری اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھا جائے اور اس کو ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ مردوں کو قوام کے قرآنی اسلوب کی اصل روح کو سمجھنا ضروری ہے۔ اسی طرح آپس میں حسن سلوک، محبت اور قلبی میلان میں اضافہ اور اس کی تگ ودو کرنا، معاشی کفالت کو ذمہ داری سے ادا کرنا بھی مردوں کی اولین ترجیح میں شامل ہونا چاہیے۔ اسی طرح لڑکیون کو بھی چاہیے کہ ایسے افعال سے گریز کریں جو نفرت اور بغض وعداوت کو ہوا دینے کا سبب ہوں اور اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو قبول کرنے اور صحیح طریقہ سے ادا کرنے میں کوتاہی نہ برتیں۔ اسی طرح حقیقت یہ ہے کہ مشترکہ خاندان میں والدین کی خدمت کی ذمہ داری خود مرد ادا کرے نہ کہ اس کی ذمہ

داری بیوی پر ڈالے۔ اگر رہائش مشترکہ ہے تو بیٹے کو چاہیے کہ گھر کے معاملات میں توجہ دے، والدین کی مشاورت سے گھر کے کام کاج تقسیم ہونے چاہیے۔ نہ بیوی پر کسی کو زیادتی کرنے دے اور نہ بیوی کو کسی پر زیادتی کی اجازت دے۔ بڑی حکمت و دانائی سے قدم اٹھائے اور والدین اور بیوی بچوں کے درمیان اعتدال اور میانہ روی کے پہلو کو ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑے اسی میں اس کی بھلائی ہے۔ کیونکہ والدین کے لیے اس قرآن میں "اف "تک کے الفاظ اللہ کی ذات کو پسند نہیں ہیں اور اسی طرح بیوی کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہے۔ لڑکیوں کو بھی چاہیے کہ خاوند کے والدین سے اچھے انداز میں گفتگو کرے اور کوئی ایسی بات جو ناگوار گزرے تو اپنے والدین سمجھ کر درگزر کرے اور اللہ کے ہاں اجر کی امید رکھے۔

حوالہ جات:

---

[1] دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، رفاعہ عامہ پریس، لاہور، ۱۹۰۰ء، ۲:۱۷۹

[2] فیروزالدین، الحاج، مولوی، فیروزاللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ص۵۸

[3] مصری، سید محمد سابق، اسلام کا خاندانی نظام، مترجم (حافظ محمد اسلم شاھدروی) حدیبیہ پبلیکیشنز، لاہور، ص۵۷

[4] ابن منظور، جمال الدین، ابوالفضل، لسان العرب، بذیل مادہ عول: دار صادر، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ۱۱: ۴۸۵

[5] ابراہیم مصطفٰی، محمد علی، امام، المعجم الوسیط، بذیل مادہ عول: دارالدعوۃ، ترکیہ، ۱۴۱۰ھ، ۲:۶۴۰

[6] انصاری، غلام مرتضیٰ، خاندان کے اخلاق و فرائض، اسلامی روابط بین الملل، ۱۴۱۰ھ، ص۱۱

[7] محمد قطب، سید، اسلام اور جدید مادی افکار، مترجم: (سجاد احمد کاندھلوی) اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص۳۶۶

[8] اصلاحی، صدرالدین، مولانا، اسلام ایک نظر میں، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۷۴، ص۶۳

[9] The world book encyclopedia, vol,6 P2474, Field enterprises educational corporation ,Chicago,1957

[10] Prof Zafar nasir, Marriage and morals, Royal book company, Karachi, P17

[11] Abd al -Ati, Hammudah,The family structure in Islam, P50

[12] لیلیٰ احمد، عورت، جنسی تفریق اور اسلام، مترجم: (خلیل احمد) دستاویز مطبوعات، لاہور، ص۵۴

[13] شاہ ولہ اللہ، امام، حجۃ اللہ البالغۃ، ۱:۶۶، دارالجیل، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ

[14] عمری، جلال الدین انصر، اسلام کا عائلی نظام، البدر پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص۹

[15] The world book Encyclopedia, Vol, 6 P,2470

[16] شبیر حسین، روحانی مسرت جسمانی قوت، مکتبہ داستان لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص۱۴۹

[17] مودودی، ابوالاعلیٰ، امام، اسلام اور مسلم خواتین، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص۶۸

[18] العمران: ۳: ۱۹۵

[19] النساء: ۴: ۳۴

[20] ابن منظور افریقی، لسان العرب، ۱۲: ۵۰۳

[21] الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہو، ۱: ۳۴۱

[22] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۱: ۳۴۹، ترجمان القرآن پبلیکیشنز، لاہور

[23] اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ص۴۸

[24] محمود آلوسی، علامہ، روح المعانی، ۵: ۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

[25] ایضاً: ۲۸:۵

[26] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۷

[27] نعیم صدیقی، مولانا، عورت معرض کشمکش میں، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۶۳

[28] ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۹۷۷، دار السلام، ریاض

[29] نعیم صدیقی، مولانا، عورت معرض کشمکش میں، ص ۲۷۵

[30] خلیلی، منیر احمد، خاندانی نظام، حسن البناء اکیڈمی، راولپنڈی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۵

[31] ابو داؤد، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۲۳۲

[32] ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۷۲

[33] البقرۃ: ۱۸۷:۲

[34] النساء: ۱۹:۴

[35] النساء: ۳۴:۴

[36] ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۹۸۴

[37] النساء: ۳۴:۴

[38] البقرۃ: ۲۳۳:۲

[39] الطلاق: ۷:۶۵

[40] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۳۲۴، دار السلام، ریاض

[41] البقرۃ: ۱۸۷:۲

[42] رضی الدین، سید، ازدواجی الجھنیں اور ان کا حل، اذان سحر پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۰

[43] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۰۴۷، دار السلام، ریاض

[44] رضی الدین، سید، ازدواجی الجھنیں اور ان کا حل، ص ۳۴ تا ۴۰

[45] غزالی، محمد، امام، احیاء علوم الدین، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۲، ۲۴۰

[46] ابو یاسر شیخ، ہماریاں شادیاں ناکام کیوں ہوئیں؟، ص ۴۴، نعمانی کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۶ء

[47] مسلم بن حجاج، امام، الصحیح المسلم، رقم الحدیث: ۳۵۲۵، دار السلام، ریاض

[48] الرعد: ۳۸:۱۳

[49] الفرقان: ۷۴:۲۵

[50] الروم: ۲۱:۳۰

[51] الاعراف: ۱۸۹:۷

[52] ابن نجیم، زین الدین، علامہ، کنزالد قائق مطبوعۃ علمیہ، مصر، ص ۱۵۳

[53] الطلاق: ۶:۶۵

[54] نظام الدین، ملا، فتاویٰ عالمگیری، مطبع کبریٰ امیریہ، مصر، ۱۳۱۰ھ، ۲: ۱۴۵

[55] الاحزاب: ۳۳:۳۳

[56] ایضاً: ۳۴

[57] ایضاً: ۵۲

[58] سیوطی، جلال الدین، امام، تفسیر جلالین، مطبوعۃ دالرکتب العلمیہ، بیروت، ص ۶۷۵

59 الحجرات:۴۹:۳

60 ابن قدامہ، موفق الدین، علامہ، المغنی، مطبوعۃ دار لفکر، بیروت، ۶:۷ ۲۳

61 خلیلی، منیر احمد، عورت اور دور جدید، حسبن البناء اکیڈمی، لاہور، ص۲۸

62 تھانوی، اشرف علی، مولانا، اصلاح احوال: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۱۷ھ

63 خلیلی، منیر احمد، عورت اور دور جدید، ص۴۸

64 ابو داؤد، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۷۵

65 ابو داؤد، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۵۳۰